مظفر بیگ مرحوم

رفیع الدین ہاشمی ○

آئین کا پہلا شمارہ ۲۱ ستمبر ۱۹۶۴ کو منظر عام پر آیا۔ "آئین جواں مرداں" کے عنوان سے اس کا مختصر سا اداریہ غیر روایتی اور چونکا دینے والا تھا:

یہ آئین ہے۔

اور آئین جواں مرداں' حق گوئی و بے باکی قرار پاتا ہے۔ حق اگر محض ایک اچھال دینے والا نعرہ یا صرف ایک بکھیر دی جانے والی حکایت نہیں ہے تو یقیناً یہ خالق حقیقی کی عطا کردہ بہت بڑی نعمت ہے۔ خدائے بزرگ و برتر جو برحق ہے' اس کا فرمان اپنے ماننے والوں کے لیے حق گوئی کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ پھر اگر زندگی بجائے خود ایک سستا کاروبار یا بنیے کی دکان یا زر پرست کی تجوری نہیں ہے تو وہ آخر حق گوئی سے کیوں محروم رہ سکتی ہے۔

یہ ایک اہم سوال ہے--- سوال اٹھانا آسان ہوتا ہے اور مثبت جواب سامنے لانا مشکل اور باعث صد مصائب' لیکن جو چیز زندگی کا نصب العین قرار پائے' اس کی راہ میں مشکلات و مصائب کا کیا تذکرہ۔

یہ خدائے ذوالجلال ہی ہے جو اپنے بندوں کو توفیق عطا فرماتا ہے۔ خدا ہم سب کو حق گوئی' حق شناسی اور حق کو قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

مظفر بیگ (وفات: ۲۴ اپریل ۱۹۹۹) وہ جواں مرد تھے' جن کی ۳۵ سالہ "آئینی زندگی" اور اس زندگی کی سب سے بڑی خوبی: حق گوئی و بے باکی اور حق شناسی کی تفصیل ہمیں آئین کے صفحات پر ملتی ہے۔ آئین ہماری صحافت کا ایک انوکھا پرچہ تھا' ایک ایسا پرچہ جس کا آغاز بھی مظفر بیگ نے کیا تھا' اور اس کا آخری شمارہ بھی انھی کے ہاتھوں مرتب ہوا۔ آئین ہی ان کی پہچان تھا۔ مولانا معین الدین خٹک مرحوم جب کبھی لاہور آتے اور بیگ صاحب کا سامنا ہوتا تو فرماتے: "مظفر بیگ صاحب آئین والے"۔ آئین بیگ صاحب

○ استاد شعبہ اردو' پنجاب یونی ورسٹی' اورینٹل کالج' لاہور

کے لیے مشغلہ حیات تھا۔ کم و کیف حیات کا معیار اور پیمانہ' اور حاصل حیات بھی--- جب آئین اپنا فرض ادا کر چکا' تو انھوں نے آخری شمارہ مرتب کر کے اس کی بساط لپیٹ دی' اور خود بھی سفر آخرت پر روانہ ہو گئے: ع

جس لیے آئے تھے' سو ہم کر چلے

بیگ صاحب ۱۹۳۵ کے لگ بھگ پشاور میں پیدا ہوئے۔ تعلیم غالباً بی اے تک تھی۔ لکھنے لکھانے کا ذوق اوائل عمر سے تھا۔ ابتدا میں بچوں کے لیے لکھا کرتے تھے۔ ۱۹۴۸ کے آس پاس صادق قریشی مرحوم کے جاری کردہ ستارہ میں مظفر بیگ صابر کی متعدد کہانیاں چھپیں۔ قریشی صاحب نے نوجوان ادیبوں کی منتخب تحریروں کا مجموعہ غنچہ شائع کیا تو اس میں بھی پہلی تحریر انھی کی تھی۔ اس زمانے میں وہ اپنے آبائی شہر پشاور ہی میں مقیم تھے--- لاہور کب آئے؟ یقینی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

دراصل ان کے ذاتی اور شخصی حالات سے کم لوگ واقف ہیں۔ طبعاً وہ کم گو اور کم آمیز انسان تھے۔ پچھلی صفوں میں رہنے والے (back - benchers)۔ سامنے آنے اور نمایاں ہونے سے گریزاں رہتے۔ آئین نکلا تو صفحہ ۲ پر' بطور مدیر' ان کا نام درج تھا۔ دوسرے شمارے سے نام خفی قلم سے لکھا جانے لگا۔ ساتویں شمارے میں مدیر کا نام صفحہ ۴ پر چلا گیا اور پھر وہاں سے غائب ہو کر پرنٹ لائن کے آخر میں چلا گیا۔ میرا خیال ہے کہ قواعد کی مجبوری نہ ہوتی تو اپنے پرچے میں وہ کہیں بھی اپنا نام درج نہ کرتے۔ بسا اوقات ان کی تحریریں بلانام چھپتیں اور کبھی کسی قلمی نام سے' مثلاً: شہاں یا شاہد وغیرہ۔

وہ عموماً ازخود لوگوں سے ملنے ملانے سے گریز کرتے' ملتے تو اختصار سے صرف کام کی بات کرتے۔ بے مقصد اور غیر متعلق باتوں سے گریزاں' جلسے جلوسوں اور محفلوں سے بالعموم اجتناب۔ ہاں' اگر آئین کے لیے کہیں جانا پڑتا یا کسی سے ملنا ضروری ہوتا' تو ہرگز دریغ نہ کرتے۔ اگر کوئی دفتر آئین میں ان سے ملنے چلا جاتا تو خوش دلی سے پیش آتے اور حسب استطاعت تواضع بھی کرتے۔ نسیم مارکیٹ کی اس چھوٹی سی دکان کے ایک گوشے میں' ان کا مختصر چائے خانہ اول تا آخر موجود رہا۔ دفتر آئین شہر لاہور کے مصروف علاقے (ریلوے روڈ اور گوالمنڈی) میں واقع تھا۔ اس لیے لاہور اور بیرون لاہور سے آنے والے قارئین آئین کے علاوہ' بیگ صاحب کے مداحوں اور بے تکلف دوستوں کا پھیرا ان کے پاس لگا رہتا تھا۔ بعض دوست حالات حاضرہ یا تحریکی مسائل پر ان سے بحث مباحثہ کرنا چاہتے' بیگ صاحب پہلے تو گریز کرتے کیوں کہ اس سے اُن کے کام میں حرج ہوتا تھا' لیکن جب بحث ناگزیر ہوتی تو بیگ صاحب دلائل کے ساتھ اپنا موقف بیان کرتے' اِشکالات کی وضاحت کرتے اور اعتراضات کے جواب دیتے---- استدلال ٹھوس اور لب و لہجہ نرم اور حلیم۔ اگر کوئی تحریکی مسئلہ ہوتا تو محسوس ہوتا' اس سے بہتر اور صحیح جواب کیا ہو سکتا ہے' تحریکی

موقف کے اصل ترجمان تو شاید بیگ صاحب ہی ہیں--- آئین کے اوراق اس کی گواہی دیں گے۔

شخصی سطح پر بات چیت اور ملاقات میں وہ جتنے وضع دار اور شفیق تھے مختلف مسائل پر اصولی موقف پر اتنے ہی بے لچک اور سخت' جیسے اقبال نے انھی کے لیے کہا ہو: ع

رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

پہلی ملاقات میں اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ بہ ظاہر یہ سادہ لوح شخص' بہ باطن ایسا "راسخ العقیدہ" ہے اور اگر اس سے بحث کریں گے تو اس کے مضبوط اور مدلل موقف کے سامنے پسپا ہوتے اور ہتھیار ڈالتے ہی بنے گی۔

راقم کے خیال میں مرحوم کی سب سے بڑی خوبی ان کی "یکسوئی" تھی (اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا ' حم السجدہ ۴۱:۳۰۔ جن لوگوں نے کہا کہ اللہ ہمارا رب ہے اور پھر وہ اس پر ثابت قدم رہے)----- مرحوم ایک باکمال اور صاحب اسلوب قلم کار تھے۔ صحافت کی دنیا میں چند برسوں کی آوارہ خرامی کے بعد' انھیں نصب العین کی وہ یکسوئی نصیب ہوئی جسے ہم ان کی شخصیت کی کلید یا وصف امتیازی کہہ سکتے ہیں۔ "حنیف" ہونا' معمولی بات نہیں۔ یہ یکسوئی انھی کو ملتی ہے جو خود کو دین کے لیے خالص کر دیں (مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ حُنَفَآءَ ' البینہ ۹۸: ۵۔ دین کو اس کے لیے خالص کرنے والے' بالکل یکسو)۔ آئین کے شمارہ اول میں مدیر آئین نے "حق کو قبول کرنے کی توفیق" مانگی تھی' رب ذوالجلال نے ان کی دعا قبول فرمائی اور انھیں وہ کچھ عطا فرمایا جس کے وہ طلب گار تھے----- حق گوئی' بے باکی اور حق شناسی۔ ان جیسے باصلاحیت شخص کے سامنے بہت سے راستے تھے: مال و دولت' عیش و تنعم' شہرت و ناموری' راحت و آسودگی' مگر انھوں نے ہر طرح کی ترغیب و تحریص اور سود و منفعت کو نظرانداز کرتے ہوئے جادۂ حق کو اپنایا۔ آئین کے چند ہی شمارے نکلے تھے کہ اس کے منفرد انداز نے قارئین کو اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ جیلانی بی اے مرحوم نے' "نئے ذائقے کے اس پرچے کو خوش آمدید کہتے ہوئے لکھا: "اس کساد بازاری اور ناقدری کے زمانے میں' جب کہ ہر شخص معاشی عافیت کا طالب ہے' ایسے لوگ کیسے نکل آئے کہ جنھیں معاشی عافیت سے مطلوب تر کوئی اور چیز ہے؟" (آئین ' ۱۴ نومبر ۱۹۶۴' ص ۵)۔ جیلانی صاحب کا تعجب بجا تھا۔ ہماری صحافت میں ایسی مثالیں بہت کم ملیں گی کہ یکسوئی کے ساتھ کسی نصب العین کے لیے پوری زندگی وقف کر دی جائے۔ درحقیقت یہ بہت بڑی نعمت ہے' جس سے بیگ صاحب سرفراز ہوئے: ع "یہ رتبہ بلند ملا' جس کو مل گیا"۔

ہفت روزہ ایشیا سے مستعفی ہوئے' تو جناب فضل الرحمن رومی کی تحریک اور تعاون سے' بیگ صاحب کے زیر ادارت آئین نکلنے لگا۔ اس کے مالی حالات اول روز ہی سے غیر تسلی بخش رہے' پرچہ کسی

سرمائے کے بغیر شروع کیا گیا تھا مگر اس کا سب سے بڑا اور اصل سرمایہ اس کے مدیر کی یکسوئی، کارکنان آئین کا عزم اور اس کے قارئین کی نیک تمنائیں تھیں۔ آئین کئی دفعہ مالی بحران کا شکار ہوا، اس کی اشاعت میں تعطل پیدا ہوا، اور اس تعطل میں لمبے وقفے بھی آئے۔ ہفت روزے سے ماہنامہ ہوا اور کبھی سہ ماہی، مگر بیگ صاحب کبھی بددل نہیں ہوئے۔ ان کے عزم بالجزم میں سرمو فرق نہیں آیا۔ جس یکسوئی کے ساتھ انھوں نے اول روز سے آئین کا آغاز کیا تھا، تاآخر وہ اسی لگن کے ساتھ کام میں مصروف رہے۔ اشاعت کے لمبے وقفوں کے درمیان "کام" کیا ہوتا؟---- آئین کے آیندہ پرچوں اور خاص نمبروں کی تیاری۔ اس "کام" کی نوعیت اور تفصیل آئین کی فائلوں میں محفوظ ہے۔ آئین کے لیے موصول ہونے والی تحریروں کی تدوین اور انھیں بنانے سنوارنے پر وہ بہت محنت کرتے تھے۔ ان کی اپنی تحریر بہت جچی تلی، تیکھی اور کاٹ دار ہوتی تھی--- (آئین کے اداریوں کا مجموعہ "حاصل" ان کے جان دار اور موثر اسلوب کا ایک نمونہ ہے)۔ بیگ صاحب نے بعض معرکہ آرا نمبر نکالے۔ انھیں کسی خاص موضوع پر پرانی تحریروں کی مدد سے خاص نمبر تیار کرنے کا خداداد ملکہ حاصل تھا۔ وہ پرانی تحریروں کو اس سلیقے اور خوب صورتی سے ترتیب دیتے کہ ایک تازگی اور ندرت کا احساس ہوتا۔ بے اختیار مدیر آئین کو داد دینے کو جی چاہتا۔

بیگ صاحب کے لیے ساری صلاحیتوں کا ایک ہی مقصد تھا، سارے وقت کا ایک ہی مصرف تھا، اور ساری سرگرمیوں کا ایک ہی ہدف: آئین --- زندگی کی معنویت ان کے لیے آئین میں مرتکز ہو گئی تھی۔ انھوں نے آئین کو جس خلوص و محبت اور بے نفسی و بے غرضی اور والہانہ پن سے چلایا، زندہ رکھا وہ اس دور میں ایک نایاب شے ہے۔ ایسا رویہ صرف اپنی اولاد کے لیے روا رکھا جاتا ہے، شاید کچھ لوگ اولاد کے لیے بھی ایسا ایثار نہیں کر سکتے۔ اب انھوں نے آئین کو بند کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ یہ فیصلہ انھوں نے اپنے اوپر کتنا جبر کر کے کیا ہو گا؟ اس کا اندازہ صاحب اولاد لوگ بہ خوبی کر سکتے ہیں، لیکن بیگ صاحب کے نزدیک شاید اس کے سوا، اب کوئی چارۂ کار بھی نہ تھا۔

آئین کی محبت میں بیگ صاحب نے ہر طرح کی آزمایش برداشت کی۔ وہ ایک باذوق، سلیقہ شعار اور نفیس الطبع شخص تھے (اس کی ایک جھلک آئین کے اوراق میں ملتی ہے) مگر ان کی افتاد طبع درویشانہ تھی۔ دفتر آئین، ان کی فقر و درویشی کا آئینہ تھا۔ ایک چھوٹا سا کمرہ، جو مدیر مسئول سے لے کر مدیر انتظامی، کاپی پیسٹر اور ڈسپیچو تک سبھی کا دفتر تھا۔ ایک طرف پرانے اخبارات کے ڈھیر، ضروری ریکارڈ اور دفتر آئین کی لائبریری، دیوار کے ساتھ مدیر کی میز جس کے پہلو میں ضروری کاغذات کے ریک، دوسری سمت انتظامی شعبے کی چھوٹی میز اور ایک گوشے میں چائے خانہ۔ ۳۵ برسوں میں مختلف اصحاب نے مختلف حیثیتوں میں بیگ صاحب کا ساتھ دیا لیکن بارہا ایسا ہوا کہ اداریہ نویسی، مضامین اور خبروں کی تدوین، ۵۔ اے ذیلدار

پارک کی رپورٹنگ' کتابت شدہ لوازمے کی پروف خوانی' کاتب سے رابطہ' کاپی پیسٹنگ' پرچے کی طباعت' پریس اور جلد ساز کے ہاں آمدورفت' پتوں کی چٹیں' وی پی پیکٹ کی تیاری و ترسیل اور پھر حسابات کا درد سر وغیرہ وغیرہ---- سارے امور مدیر مسئول ہی انجام دیتے: "خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گل کوزہ"۔

آئین پر کئی بار کڑا وقت آیا' دوستوں نے انھیں مشورہ دیا کہ کوئی اور مشغلہ اختیار کرلیں: ملازمت' تجارت یا کسی اخبار سے وابستگی (جو ان کے لیے مشکل نہ تھی)۔ جواب میں ایک نگاہ غلط انداز اور سر کی ہلکی سی جنبش' وہ ایسے مشوروں کو مخصوص و معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ ہمیشہ رد کر دیتے۔ ان کی پہلی اور آخری محبت تھی: آئین۔ انھوں نے آخر وقت تک اس محبت کو بے لوث اور تازہ رکھا' ان کا انتقال بھی دفتر آئین ہی میں ہوا۔

بیگ صاحب کی اہلیہ ایک ہائی اسکول میں پرنسپل ہیں۔ بیٹی حزیمہ میٹرک کا امتحان دے کر نتیجے کے انتظار میں ہیں۔ اور دو بیٹے: شماس (متعلم ہشتم) اور شناور (متعلم پنجم) قرآن پاک حفظ کر رہے ہیں۔

خدا اُن کی مغفرت کرے--- صحافیوں میں وہ ایمان اور استقامت کی ایک مثال تھے۔ ان کی وفات سے تحریک اسلامی کی صحافت کا ایک عہد ختم ہو گیا۔

مدیر **آئین مظفر بیگ** مرحوم کے تیکھے اداریے
ملک کے حالات کے بصیرت افروز تجزیے' تاریخ کا عکس

حاصل

صفحات : ۲۰۰
قیمت : ۷۵ روپے

حاصل ان کی بہترین یادگار ہے

ضرور لیجیے اور پڑھیے

منشورات : منصورہ' ملتان روڈ' لاہور 54570 فون: 5425356' فیکس : 7832194
ڈیسنٹ بک پوائنٹ : A-57' بلاک 5 ' گلشن اقبال ' کراچی فون : 4967661
بک ٹریڈرز : جناح سپر مارکیٹ' مرکز F-7 اسلام آباد فون : 823094
الہدیٰ بک سنٹر : عمر آئی ہسپتال' اسٹیشن روڈ' سکھر فون : 615359